سُود کے نظریات کی تنقیدی تاریخ

از۔ بوم۔ باورک

ترجمہ

مولانا فضل الرحمٰن

ایم اے۔ ال۔ ال۔ بی (علیگ) لکچرر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

مقدمہ

سود کا مسئلہ

(۲)

ذاتی جد وجہد کے بغیر ہر قسم کے سرمائے سے ایک مخصوص آمدنی کا مسلسل حصول

عام طور پر ہر اس شخص کے لئے جو کسی سرمائے کا مالک ہے اس سے مستقل طور پر ایک خالص آمدنی (NET INCOME) جس کا نام سود ہے، حاصل کرنا ممکن ہے۔

اس آمدنی کی بعض نمایاں امتیازی خصوصیات ہیں۔ اس کا وجود سرمایہ دار کی ذاتی مساعی سے یکسر بے نیاز ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ آمدنی سرمایہ دار کو اس صورت میں بھی حاصل ہوتی ہے جبکہ اس کے لئے اس نے انگلی ہلانے کی بھی زحمت نہ کی ہو، اس طرح اس کا سرچشمہ ایک مخصوص معنی میں سرمایہ ہوتا ہے یا ایک قدیم استعارے کی زبان میں یہ آمدنی سرمائے کے پیٹ سے جنم لیتی ہے۔ اس کا حصول ہر طرح کے سرمائے سے یکساں طور پر ممکن ہے قطع نظر اس سے کہ وہ سرمایہ جن اموال پر مشتمل ہے اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے ثمر ہوں یا فطری طور پر بار آور، پائدار ہوں یا تلف ہو جانے والے، ان کا بدل فراہم ہو سکتا ہو یا نہ ہو سکتا ہو۔ وہ روپے کی شکل میں ہوں یا جنس کی۔ اخیر بات یہ کہ سرمایہ دار کو یہ آمدنی جس سرمائے سے حاصل ہو رہی ہے، وہ اپنی جگہ ہمیشہ

جوں کا توں برقرار رہتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آمدنی کے اس مسلسل حصول کی کوئی لازمی انتہا نہیں۔ اگر دُنیوی چیزوں کے بارے میں اس طرح کے الفاظ کا استعمال درست قرار دیا جا سکے تو کہا جا سکتا ہے کہ اس میں ابدی زندگی کی قابلیت پائی جاتی ہے۔

اس طرح سود بحیثیت مجموعی ایک ایسی چیز کی جاذبِ توجہ تصویر پیش کرتا ہے جو زندگی سے عاری ہونے کے باوجود اموال کی ابدی اور لازوال رسد کا منبع ہے۔ یہ معاشیاتی منظر معاشی زندگی میں ایسی کامل پابندی کے ساتھ واقع ہوتا ہے کہ اس کو کتنی ہی بار خود سرمائے کے تصور کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔

اپنی کسی ذاتی محنت اور کوشش کے بغیر سرمائے دار کے لئے لامتناہی طور پر دولت کا یہ حصول کیسے اور کیوں ممکن ہوتا ہے؟

حل کی شرائط

مذکورہ بالا الفاظ میں سود کا نظری مسئلہ پوشیدہ ہے۔ اگر سود اور سرمائے کے باہمی رشتے کے سارے واقعی حقائق مع اپنی تمام بنیادی خصوصیات کے مکمل تشریح و توضیح کے ساتھ پیش کر دیئے جائیں تو یہ مسئلہ حل ہو جائیگا۔ لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ تشریح و توضیح گیرائی اور گہرائی دونوں کے اعتبار سے مکمل ہو۔ گیرائی کے اعتبار سے اس حد تک مکمل کہ سود کی ساری صورتوں اور قسموں کی وضاحت ہو جائے۔ گہرائی کے لحاظ سے اتنی مکمل کہ درمیان میں کہیں ٹوٹے بغیر معاشیاتی تحقیق کی انتہائی حدوں یا دوسرے الفاظ میں ان آخری، سادہ اور مسلّمہ حقائق تک پہنچ جائے جن سے آگے معاشیاتی تشریح کا قدم نہیں بڑھتا، اور جو اگرچہ معاشیات کی بنیاد ہیں تاہم انھیں ثابت کرنے کا دعویٰ معاشیات نے کبھی نہیں کیا۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کی تشریح کی ذمہ داری متعلقہ علوم و فنون بالخصوص نفسیات اور نیچرل سائنس کے سر عائد ہوتی ہے۔

سود کے نظری مسئلے اور سیاسی نیز معاشرتی مسئلے کا باہمی فرق۔ دونوں کی خصوصیات

یہ نہایت ضروری ہے کہ سود کے نظری مسئلے کو اس کے معاشرتی اور سیاسی مسئلے سے نہایت احتیاط کے ساتھ علیحدہ کر کے دونوں کے باہمی فرق کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے۔ نظری مسئلے کی بحث کا محور یہ ہے کہ سرمایہ پر سود کیوں لیا دیا جاتا ہے؟ معاشرتی اور سیاسی مسئلے کی توجہ کا مرکز یہ ہے کہ سرمائے پر سود لینا دینا چاہئے یا نہیں؟ سود کا لین دین عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہے یا نہیں اور اسے معقول، مفید اور اچھا قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ اسے برقرار رکھنا چاہئے یا اس میں بعض مناسب

تبدیلیاں کر دی جائیں یا سرے سے اسے ختم کر دیا جائے؟ نظری مسئلے کا تمام تر واسطہ سود کے صرف اسباب وعلل سے ہے لیکن معاشرتی اور سیاسی مسئلے کا تعلق خاص طور پر اس کے اثرات اور نتائج سے ہے۔ نظری مسئلے کو صرف حقیقت اور واقعے سے سروکار ہے، لیکن معاشرتی اور سیاسی مسئلے کی اولین اور بیشتر توجہ اس طرف ہے کہ قرینِ مصلحت اور قابلِ عمل کیا امر ہے۔

جس طرح یہ دونوں مسئلے اپنی ماہیت کے اعتبار سے باہم مختلف ہیں اسی طرح ان دونوں کے بارے میں استعمال ہونے والے دلائل بھی اپنی نوعیت اور حد بندیوں کے لحاظ سے ایک دوسرے سے قطعاً علیٰحدہ ہیں۔ ایک صورت میں استدلال کا تعلق صرف حقیقت اور واقعے کی مطابقت اور عدم مطابقت سے ہے اور دوسری صورت میں اکثر و بیشتر مصالح سے، جہاں تک سود کے اسباب و علل کا تعلق ہے، اس کا صرف ایک جواب ہو سکتا ہے اور اگر فکر و نظر کے اصولوں کو صحیح طور پر استعمال کیا گیا ہے تو اس جواب کی سچائی کے آگے سب کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ بات کہ سودی لین دین عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق، معقول اور فائدہ مند ہے یا نہیں، لازمی طور سے بڑی حد تک ایک اخلاقی مسئلہ رہے گا۔ اس مسئلے پر انتہائی اطمینان بخش اور فیصلہ کن دلائل پر مشتمل گفتگو چاہے مخالفانہ نقطۂ نظر رکھنے والے کتنے ہی لوگوں کا دل جیت لے تاہم وہ ہر ہر شخص کے خیالات میں تبدیلی لانے میں کبھی کامیاب نہ ہوگی۔ مثال کے طور پر فرض کیجیے کہ نہایت محکم دلائل کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ اس بات کا ہر امکان موجود ہے کہ سود کے انسداد کا فوری نتیجہ قوم کی مادی خوشحالی کے رُوبہ زوال ہو جانے کی صورت میں نکلے گا تب بھی اس شخص کی میزانِ عقل میں اس دلیل کا سرے سے کوئی وزن نہ ہوگا جو اپنے کسی مخصوص معیار سے چیزوں کو ناپتا تولتا ہے اور جو مادی خوش حالی کو اوّلین اور اصل اہمیت دینے پر آمادہ نہیں۔ چاہے اس کی بناء یہی امر کیوں نہ ہو کہ آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلے میں یہ دُنیوی زندگی ایک لمحے کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتی اور سود کے ذریعہ حاصل ہونے والی مادی دولت اس کے اخروی اور ابدی منتہیٰ اور مقصود کے حصول پر تباہ کن اثرات ڈالے گی۔

دونوں میں عدم تمیز کے خطرات اور اس کے عام نتائج

مآل اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان دونوں مسئلوں کو، جو اصولی طور پر ایک دوسرے سے مذکورہ حد تک مختلف ہیں، سائنٹفک تلاش و تحقیق کے دوران ایک دوسرے سے بالکل جدا رکھیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان دونوں کا آپس میں بڑا قریبی تعلق ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ

مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے کا صحیح فیصلہ کرنے کے لئے کہ کیا سود کوئی اچھی چیز ہو سکتی ہے؟ اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا کہ ہمیں ان اسباب وعلل کا حقیقی علم ہو جو سود کو وجود میں لانے کا باعث ہوتے ہیں۔ لیکن اس بات کا ہمیں بہر حال خیال رکھنا چاہئے کہ ان دونوں کا یہ ربط باہمی ہمیں صرف نتائج تک پہنچنے کا حق عطا کرتا ہے نہ کہ دونوں کی تلاش وتحقیق میں خلط ملط کرنے کی سندِ جواز۔

واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں کی تحقیق وتفتیش کو باہم گڈمڈ کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ متعدد وجوہ سے دونوں میں سے ہر ایک مسئلے کا صحیح حل خطرے میں پڑجائے گا۔ معاشرتی اور سیاسی مسئلے پر سوچتے وقت فطری طور سے ہر قسم کی خواہشات، رجحانات اور جذبات اپنا کام کریں گے۔ اب اگر دونوں مسئلوں کو بیک وقت حل کرنے کی کوشش کی جائے گی تو یہ ساری چیزیں بلا کسی روک ٹوک کے تحقیق کے نظری حصّے میں داخل ہو جائیں گی اور ان کے اس جزء میں داخلے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی اس وقتی اہمیت کی بناء پر جو انھیں اپنے اصل مقام پر حاصل ہے، فیصلے کی ترازو کے ایک پلڑے میں اپنا وزن ڈال کر اسے جھکا دیں گی، اور کچھ بعید نہیں کہ یہ جھکنے والا پلڑا وہی ہو جو اس صورت میں اوپر اُٹھ جاتا جب کہ اس میں اصولِ استدلال کے علاوہ اور کچھ نہ رکھا گیا ہوتا۔ ایک پرانی اور سچی کہاوت ہے کہ جس چیز کے ماننے کو آدمی کا دل چاہتا ہو اسے وہ بڑی آسانی سے مان لیتا ہے۔ اگر سود کے نظری مسئلے کے بارے میں ہمارا فیصلہ غلط طور پر متاثر ہو گیا تو فطری بات ہے کہ اس کا ردِعمل ہوگا اور عملی اور سیاسی مسئلے پر فیصلہ دیتے وقت ہم کسی ایک پہلو کو بے دلیل مرجح قرار دے دینے کے خطرے میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اس طرح کی باتوں کا لحاظ رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فی نفسہ صحیح اور معقول دلائل کو غلط طور پر استعمال کرنے کا خطرہ مستقل طور پر موجود ہے۔ وہ شخص جو ان دونوں مسئلوں کو گڈمڈ کرتا ہے یا ان دونوں میں تمیز نہ کرتے ہوئے ایک کو دوسرا سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس غلط طریقہ سے معاملے کا جائزہ لینے کے بعد دونوں کے بارے میں ایک ہی رائے قائم کر لیتا ہے اس کے لئے ہر وقت یہ خطرہ موجود ہے کہ وہ دلائل مذکورہ دونوں نوعوں کو بھی باہم گڈمڈ کر ڈالے اور نتیجے کے طور پر اس کا مجموعی فیصلہ بھی ان دونوں سے متاثر ہو جائے۔ وہ سود کے اسباب وعلل کے بارے میں اپنے فیصلے کی باگ ڈور کسی نہ کسی حد تک مصالح کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے گا اور یہ قطعی طور پر ایک غلط حرکت ہوگی۔ اسی طرح سود پر بحیثیت ایک ادارے کے بحث کرتے وقت اس کا فیصلہ ضرور کسی حد تک خالص نظری رعایتوں سے متاثر ہو جائے گا۔

اور اس طرزِ عمل کے بارے میں جو بات کم سے کم کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے نتائج غلط برآمد ہونے کے امکانات ہیں۔ مثال کے طور پر اگر دونوں مسئلوں کو خلط ملط کر دیا جائے تو ایک ایسا شخص جو اس بات کا قائل ہے کہ سود قومی پیداوار میں اضافے کا سبب ہوتا ہے سود کے ایسے نظریئے کی طرف باسانی مائل ہو جائے گا جس کی رو سے سود کا سبب وجوہ سرمائے کی پیداواری قوت قرار پائے۔ برخلاف اس کے یہ بھی ممکن ہے کہ نظری طور سے کوئی شخص سود کا اصل منبع مزدور کے استحصال کو قرار دے جو کہ سرمائے اور محنت کے باہمی مقابلے کی بنا پر ممکن ہوا کرتا ہے۔ اور اس بنا پر بغیر کسی مزید کاوش کے سود کے ادارے کو ملعون قرار دے اور اس کے انسداد کی حمایت کرے۔ دونوں یکساں طور پر غیر منطقی ہیں۔ یہ بات کہ سود کا وجود ایسے امور کا باعث ہوتا ہے جو کسی قوم کی اقتصادی پیداوار کے لئے فائدہ مند یا نقصان رساں ہو سکتے ہیں اس امر سے قطعاً غیر متعلق ہے کہ سود کے وجود کا سبب کیا ہے۔ اسی طرح سود کے سرچشمے اور سبب وجود کا علم فی حد ذاتہ سود کو برقرار رکھنے یا اسے ختم کر دینے کے بارے میں فیصلہ کرنے کا کوئی مواد ہمارے لئے فراہم نہیں کرتا۔ سود کا سرچشمہ کچھ بھی کیوں نہ ہو اور وہ سرچشمہ تھوڑا بہت گدلا بھی کیوں نہ ہو تاہم اس کو ختم کر دینے کے کسی فیصلے کا حق ہمیں اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک کہ اس فیصلے کی بنیاد یہ امر نہ ہو کہ اس طرح عوام الناس کے حقیقی مفادات پر کوئی خوشگوار اثر پڑے گا۔

اگرچہ جیسا کہ بتایا گیا مآل اندیشی کا تقاضا یہی ہے کہ اقتصادی نقطۂ نظر سے گفتگو کرتے وقت ان دو مختلف مسئلوں کو جدا جدا رکھا جائے تاہم بہت سے مصنفین نے اس طرف سے لاپروائی برتی ہے۔ یہ چیز اگرچہ بہت سی غلطیوں، غلط فہمیوں اور تعصبات کا باعث بنی ہے تاہم ہمیں اس سے شاکی ہونے کا بہت کم حق حاصل ہے کیوں کہ سود کا عملی پہلو ہی وہ چیز ہے جو اس کے نظری رُخ اور سائنٹفک تحقیق کو ہمارے سامنے لایا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس خلطِ مبحث کا لازمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ نظری مسئلے کی تشریحات و توجیہات ایسے ماحول میں کی گئیں جو حقیقت تک رسائی کے لئے زیادہ سازگار نہ تھا تاہم یہ واقعہ ہے کہ اس خلطِ مبحث کے بغیر بہت سے قابل مصنفین سرے سے اس مسئلے کی تحقیق کی طرف متوجہ ہی نہ ہوئے ہوتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ماضی کے ان تجربات سے ہم مستقبل میں فائدہ اٹھائیں۔

ہمارا مقصد: نظری مسئلے کی تنقیدی تاریخ جس کاوش تک ہم نے اپنے آپ کو بالقصد محدود رکھا ہے اور جو آئندہ اوراق میں آپ کو ملے گی، وہ صرف سود کے نظری مسئلے کی ایک تنقیدی تاریخ کی پیش کش ہے۔ ہماری تمام تر جدوجہد یہ ہوگی کہ سود کی حقیقت کی تعیین اور اس کے سرچشمے کی تلاش کے لئے جو سائنٹفک کاوشیں کی گئی ہیں اُن کا دہ

صحیح مقام متعین کر دیا جائے جو تاریخی ارتقاء میں انھیں حاصل ہے اور مذکورہ حقیقت اور سرچشمے کے بارے میں جو مختلف خیالات پیش کئے گئے ہیں اُن کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ جہاں تک ان خیالات کا تعلق ہے جو سود کے منصفانہ فائدہ مند اور اچھا ہونے نہ ہونے کے بارے میں پیش کئے گئے ہیں وہ میرے اس مقالے میں اسی حد تک بار پائیں گے جو ان کے اس نظری مواد تک رسائی کے لئے ناگزیر ہے جس پر وہ مشتمل ہیں۔

مبحث کی اس تحدید کے باوجود تنقیدی تاریخ کے مواد کی کوئی کمی، خواہ وہ تاریخی حصے سے متعلق ہو یا تنقیدی حصے سے، روا نہ رکھی جائے گی۔ سود کے موضوع پر ایک پورا لٹریچر ملتا ہے، اپنے حجم کے اعتبار سے ملکی اقتصادیات کا کوئی دوسرا شعبہ مشکل ہی سے اس لٹریچر کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے اور خیالات کے تنوع کے لحاظ سے تو مقابلے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک دو نہیں بلکہ ایک درجن کے قریب سود کے نظریات ماہرینِ اقتصادیات کی اس گہری دلچسپی کا بیّن ثبوت ہیں جو انھوں نے اس مسئلے کی تحقیق میں ظاہر کی ہے۔

یہ شبہ بے بنیاد نہیں کہ ان کاوشوں میں جتنی سرگرمی کا اظہار کیا گیا، اس حد تک وہ کامیاب نہ ہو سکیں۔ یہ حقیقت ہے کہ سود کی حقیقت اور اس کے سرچشمے کے بارے میں مختلف قسم کے جتنے بھی خیالات پیش کئے گئے ان میں سے کسی کو بھی ایسی متفقہ قبولیت حاصل نہ ہوئی جس کے بعد اختلافات کے دروازے بند ہو جاتے۔ توقع کے عین مطابق ان میں سے ہر نظریے کے پرستاروں کا ایک چھوٹا یا بڑا حلقہ تھا جو دل کی پوری گہرائی سے اس پر یقین رکھتا تھا لیکن ان میں سے ہر نظریے میں کوئی نہ کوئی ایسا اغلاط ضرور باقی رہ گیا جو بالآخر اسے ایک مکمل اور تشفی بخش نظریہ بننے سے مانع ثابت ہوا۔ حد یہ کہ وہ نظریات بھی جن کے پیرو نہایت کم مایہ اقلیت میں رہے اس قدر سخت جان ثابت ہوئے کہ معدوم نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس وقت سود کے نظریے کی حالت یہ ہے کہ وہ ایسی متناقض اور متضاد آراء کا مجموعہ ہے جن میں سے کوئی رائے نہ باقی سب پر مکمل فتح حاصل کرنے کی سکت رکھتی ہے اور نہ اپنی کامل شکست تسلیم کرنے پر آمادہ ہے۔ ان رایوں کی تعداد کی کثرت ہی ایک منصف مزاج سوچنے والے پر یہ بات واضح کر دیتی ہے کہ ان میں غلطیاں کس کثرت سے موجود ہوں گی۔

مجھے توقع ہے کہ آئندہ صفحات ان پراگندہ اور منتشر نظریات کو کسی مرکز کے قریب لانے میں مددگار ثابت ہو سکیں گے۔

ابتدائی تعریفات

سرمایہ: پیدا کردہ ذرائع اکتساب دولت کا ایک مرکب

اصل مبحث پر آنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے قارئین پر

اُن بعض تصورات اور امتیازات کو واضح کردوں جن سے آگے بار بار واسطہ پڑے گا۔ میں اس تنقیدی جائزے کے دوران لفظ "سرمایہ" کے ان بے شمار مفاہیم میں سے جو ہمارے اس علم کی بدنصیب اور ناہموار اصطلاحات میں اسے پہنائے جاتے رہے ہیں، اپنے آپ کو صرف اس مفہوم تک محدود رکھوں گا جس کی رُو سے سرمائے کا مطلب پیدا کردہ ذرائع اکتساب وتملک کے ایک مرکب[1] سے ہوتا ہے۔ یعنی اموال (GOODS) کا وہ مرکب جس کے وجود کی ابتدا پیدا آوری کے کسی سابقہ عمل کے دوران ہوئی، اور جس کا آخری مقصد فوری صَرف نہیں بلکہ جسے مزید اموال کے حصول کا ذریعہ بنا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح فوری صَرف کی اشیاء اور زمین ہمارے سرمائے کے نظریئے سے خارج ہے۔

مصالح کی بنیاد پر دو وجہ سے اس تعریف کو میں نے ترجیح دی ہے، اول تو یہ کہ اس تعریف کو مان کر کم از کم جہاں تک اصطلاحات کا تعلق ہے ہم اُن مصنّفوں کی اکثریت کے ساتھ کسی حد تک توافق برقرار رکھ سکیں گے جن کے خیالات پیش کرنا ہمارے لئے آئندہ ضروری ہوگا۔ دوسرے یہ کہ سرمائے کے تصور کی یہ تحدید اس مسئلے کی حدود کو، جسے ہم طے کرنے جا رہے ہیں، صحیح صحیح واضح کردیتا ہے۔ حاصلِ زمین کے نظریئے پر گفتگو ہمارے دائرۂ بحث سے خارج ہے۔ ہمیں دولت کے صرف اس اکتساب وتملک کی نظری تشریح کرنا ہے جو زمین کو خارج کرتے ہوئے اموال کے مختلف مرکبوں سے حاصل ہوتا ہے۔ سرمائے کے نظریے کے زیادہ مکمل ارتقا کو میں کسی دوسرے موقع کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔

قومی اور انفرادی سرمائے کا فرق سرمائے کے اس عمومی تصور کے اندر رہتے ہوئے دو قسم کے مشہور اور قابلِ ذکر اختلافات ہیں۔ ایک تو سرمائے کا قومی تصور ہے جو اقتصادی اکتساب وتملک کے صرف قومی ذرائع پر مشتمل ہے۔ دوسرا سرمائے کا انفرادی تصور ہے جس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو کسی فرد کے ہاتھوں میں اقتصادی اکتساب وتملک کا کوئی ذریعہ بن سکتی ہے یعنی وہ اموال جن کے ذریعہ سے ایک فرد اپنی ذات کے لئے دولت حاصل کرتا ہے چاہے وہ اموال قومی اقتصادیات کے نقطۂ نظر سے اکتساب وتملک کے ذرائع ہوں یا انتفاع کے اور ان کا مقصد چاہے پیدا آوری ہو یا صَرف۔ اس طرح مثال کے طور پر ایک کتب خانے کی کتابیں سرمائے کے انفرادی تصور کے تحت آئیں گی۔ قومی تصور کے لحاظ سے ان پر سرمائے کا اطلاق نہ کیا جائے گا۔ اگر ہم فوری صرف کی بعض ان چیزوں کو مستثنیٰ قرار دے دیں جو دوسرے ملکوں کو سود پر دی جاتی ہیں تو سرمائے کے قومی تصور میں پیدا آوری کے وہ سارے ذرائع اکتساب وتملک شامل ہوجائیں گے جو کسی ملک کی ملکیت میں داخل ہیں۔

آئندہ اوراق میں ہمارا واسطہ اکثر وبیشتر سرمائے کے قومی تصور سے رہے گا۔ اور جب بھی ہم مطلق سرمائے کے لفظ کو استعمال کریں گے ہمارے

[1] "A COMPLEX OF PRODUCED MEANS OF ACQUISITION"

پیش نظر یہی مفہوم ہوگا۔

مجموعی اور خالص سود کا فرق | سرمائے سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے اسے جرمن زبان میں بعض اوقات "سرمائے کا کرایہ" (KAPITAL ZINS) کہا جاتا ہے۔ ہم اسے صرف سود (یا ربا) کہیں گے۔

سود بہت سی مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

سب سے پہلے ہمیں مجموعی (GROSS) اور خالص (NET) سود کے فرق کو سمجھ لینا چاہئے۔ مجموعی سود کا لفظ بہت سی مختلف النوع آمدنیوں کو ظاہر کرتا ہے جو صرف ظاہر بین نگاہ کو ایک وحدت معلوم ہوتی ہیں۔ یہ چیز اور سرمائے کی کھپت کے نتیجے میں مجموعی منافعہ دونوں ایک ہی چیز ہیں، اور یہ مجموعی منافعہ عام طور سے حقیقی سود کے علاوہ مزید کئی چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثلاً خرچ شدہ سرمائے کی اصل کا بدل، ہر قسم کے جاری اخراجات کے معاوضے، مرمت کے مصارف، خطرے کے معاوضے وغیرہ۔ اس طرح وہ اجرت یا کرایہ جو مالک مکان کو کرائے پر مکان دینے سے ملے، مجموعی سود ہے، اگر ہم اس میں لگائے ہوئے سرمائے کی واقعی آمدنی جاننا چاہیں تو ہمیں اس مجموعی آمدنی میں سے گھر کو ٹھیک رکھنے اور اس کی مرمت کے جاری اخراجات کو ایک خاص تناسب سے منہا کر دینا چاہئے۔ اس کے مقابلے میں خالص سود سرمائے کی وہ واقعی آمدنی ہے جو اِن مختلف النوع عناصر کو مجموعی سود میں سے منہا کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ قدرتی طور پر سود کے نظریئے کا اصل واسطہ خالص سود کی تشریح و توضیح سے ہے۔

طبعی ربا اور ربا العقد یا ربا القرض کا فرق | اس کے علاوہ طبعی ربا (NATURAL INTEREST) اور ربا العقد یا ربا القرض (CONTRACT OR LOAN INTEREST) کے فرق کو بھی سمجھ لینا چاہئے۔ اس شخص کے لئے جو سرمائے کو پیداآور اغراض کے لئے کھپاتا ہے اس سرمائے کی افادیت کی بنا یہ امر ہوتا ہے کہ عموماً وہ مجموعی پیداآوری جو سرمائے کی مدد سے حاصل ہوتی ہے۔ اصولاً اُن اموال کی مجموعی مالیت سے زیادہ مالیت رکھتی ہے جو پیداآوری کے عمل کے دوران خرچ ہوئے ہیں مالیت میں یہ اضافہ ہی سرمائے کا منافعہ ہے، ہم اسے طبعی ربا کے لفظ سے یاد کریں گے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سرمائے کا مالک اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ طبعی ربا کے حصول کے امکانی مواقع کو ترک کرکے ایک مقررہ معاوضے پر سرمائے کا عارضی استعمال کسی دوسرے شخص کے سپرد کردے۔ اس معاوضے کو عوام کی زبان میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسے کبھی اجرت (HIRE) کہتے ہیں اور کبھی کرایہ (RENT) بشرطیکہ سپرد کردہ سرمایہ

پائیدار اور قائم رہنے والے اموال پر مشتمل ہو۔ لیکن اگر سرمایہ ضائع ہونے والے اور ناپائدار اموال پر مشتمل ہو تو اس صورت میں اسے عام طور پر سود (INTEREST) کہتے ہیں۔ معاوضوں کی ان سب قسموں کو بڑی آسانی کے ساتھ ربا العقد یا ربا القرض کے عنوان کے تحت رکھا جا سکتا ہے۔

اگرچہ ربا القرض کے تصور میں کوئی پیچیدگی نہیں لیکن طبعی ربا کا تصور تفصیلی تعریف کا محتاج ہے۔

سود اور کاروبار چلانے والے کے منافع میں فرق

اس تمام منافعے کو جو کسی کاروبار چلانے والے (UNDERTAKER) کو پیداوار کے کسی عمل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے صرف سرمائے کا ثمرہ سمجھنا بجا طور پر محل نظر قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ اگر کاروبار چلانے والے نے خود اپنے کاروبار میں بحیثیت ایک کارکن کے حصہ لیا ہے تو اس پر مذکورہ بالا اعتراض کرنا بے جا ہوگا۔ اس صورت میں یہ بالکل واضح ہے کہ منافعے کا ایک حصہ کاروبار چلانے والے کے اس کام کی اجرت ہے جو اس نے ذاتی طور پر سرانجام دیا ہے۔ لیکن اگر وہ پیدا آوری کے اس سلسلے میں ذاتی طور پر حصہ نہیں بھی لیتا ہے تب بھی ذہنی طور پر اس کی نگرانی کرنے کی صورت میں ذاتی جدوجہد کا کچھ نہ کچھ حصہ وہ اس کاروبار میں ضرور صرف کرتا ہے، مثال کے طور پر کاروبار کا منصوبہ بنانے یا آخری درجے میں اپنے اس ارادے کے ذریعے جو کسی خاص کاروبار میں اپنے پیداواری ذرائع لگانے کا باعث ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں کاروبار کے ذریعے جو مجموعی منافعہ ہوا اس کے دونوں حصوں میں باہم کچھ فرق کرنا چاہیے یا نہیں، یعنی ایک وہ حصہ جسے کھپائے ہوئے سرمائے کا نتیجہ سمجھا جائے اور دوسرا وہ جو کاروبار چلانے والے کی جدوجہد کا ثمرہ قرار دیا جائے۔

اس بارے میں ماہرین معاشیات مختلف الرائے ہیں۔ ان کی اکثریت ان دونوں میں امتیاز کی قائل ہے۔ پیدا آور جدوجہد سے جو مجموعی منافعہ حاصل ہوا ہے اس کے ایک حصے کو وہ سرمائے کا منافعہ سمجھتے ہیں اور دوسرے حصے کو کاروبار چلانے کا منافعہ، یہ صحیح ہے کہ انفرادی طور پر ہر معاملے میں ہم ریاضی کی سی قطعیت کے ساتھ اس بات کا تعین نہیں کر سکتے کہ اس مجموعی منافعے میں معروضی عامل یعنی سرمائے کا کتنا حصہ ہے اور شخصی عامل یعنی کاروبار چلانے والے کی جدوجہد کا کتنا۔ تاہم کرتے یہ ہیں کہ خارج سے ایک میزان فراہم کر کے حساب لگا کر ہم منافعے کے دو حصے کر دیتے ہیں۔ ہم اس بات کا پتہ چلاتے ہیں کہ دوسرے حالات میں سرمائے کی ایک مقررہ مقدار سے کتنا منافعہ حاصل ہوتا۔ اس کے معلوم کرنے کا سیدھا سادا طریقہ یہ ہے کہ سرمائے کا ایک مکمل طور پر محفوظ قرضہ عام طور سے سود کی کس شرح کو حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے بعد کاروبار

کے مجموعی منافع میں وہ رقم جو اس میں لگائے ہوئے سرمائے پر سود کی اس عام شرح کی ادائیگی کے لئے کافی ہو، سرمائے میں سے منہا کر دی جاتی ہے۔ باقی رقم کو کاروبار چلانے والے کی جدوجہد کا ثمرہ قرار دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک کاروبار جس میں ایک لاکھ پونڈ کا سرمایہ لگا ہوا ہے، نو ہزار پونڈ سالانہ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے تو اگر سود کی عمومی شرح پانچ فی صد ہے تو اس صورت میں پانچ ہزار پونڈ کو سرمائے کا منافع سمجھا جائے گا اور باقی چار ہزار پونڈ کو کاروبار چلانے والے کا منافع

دوسری طرف ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے، خصوصاً نو عمر ماہرینِ معاشیات کے حلقے میں، جن کا خیال یہ ہے کہ اس طرح کی تفریق قابلِ قبول نہیں اور کاروبار چلانے والے کا اور سرمائے کا منافع ایک ہی چیز ہے۔

ہمارا موضوعِ بحث صرف اصل رہا ہے

کاروبار چلانے والے کے منافع کا مسئلہ اپنی جگہ خود نہایت پیچیدہ اور ایک مستقل بحث کا موضوع ہے، لیکن ہمارے خصوصی موضوع یعنی سود کے مسئلے سے متعلق مشکلات خود اپنی جگہ اتنی سخت اور زیادہ ہیں کہ میں ایک اور مسئلہ اٹھا کر ان میں مزید دقتوں کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ میں جان بوجھ کر اس طرح کی تحقیق میں پڑنے یا اس کے بارے میں کوئی فیصلہ دینے سے احتراز کروں گا جو کاروبار چلانے والے کے منافع سے متعلق ہو، میں صرف اس چیز کو سود (INTEREST) قرار دوں گا جس کا سود ہونا ہر آدمی کو تسلیم ہے یعنی ربا العقد بتمامہ (مگر ظاہر ہے کہ صرف خالص سود کی حد تک) اور کاروبار چلانے (UNDERTAKING) کے طبعی منافع ("NATURAL" PROFIT) کا صرف وہ حصہ جو سود کی اس شرح کو ظاہر کرتا ہے جو کاروبار میں لگے ہوئے سرمائے پر عام طور سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ مسئلہ کہ کاروبار چلانے والے کا نام نہاد منافع سرمائے کا منافع ہے یا نہیں، میں قصداً نا طے شدہ چھوڑے دیتا ہوں۔ خوش قسمتی سے حالات بھی ایسے ہیں کہ اس سے صرفِ نظر کرنے سے ہماری تحقیق پر کسی قسم کے برے اثرات مرتب نہ ہوں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سود کا عام مسئلہ ان مباحث پر مشتمل ہے جن کا سود ہونا سب کو تسلیم ہے اور جو اس مسئلے کی ساری بنیادی خصوصیات اپنے اندر رکھتے ہیں، چنانچہ اس طرح یہ ممکن ہے کہ ہم اس بات کو پہلے سے طے کئے بغیر کہ ان دونوں منافعوں کے درمیان مابہ الامتیاز کیا چیز ہے، پورے اطمینان اور تیقن کے ساتھ سود کی حقیقت اور اس کے سرچشمے کے بارے میں تحقیق کر سکتے ہیں۔

مذکورہ چند باتوں کے پیش کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم نے سرمائے کے اصول و مبادی کے بارے میں کوئی پہلو تشنۂ تحقیق نہیں چھوڑا ہے یا اس کے بارے میں تمام امور کو غایت صحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ ہماری کوشش صرف اتنی تھی کہ ممکن حد تک ایجاز و اختصار سے کام لیتے ہوئے ایک ایسا مفید اور محکم نظامِ اصطلاح فراہم کر دیا جائے جس کی بناء پر اس کتاب کے تنقیدی اور تاریخی حصے کو سمجھنے کے بارے میں ہمارا باہم اتفاق ہو سکے۔

(باقی آئندہ)